تفسیر احمد

سُورَةُ الكَافِرُون

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «الکافرون» کا تفسیر و ترجمه

تصنیف: امین الدین « سعیدي - سعید افغانی»

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم الله الرحمن الرحيم

سورۃالکٰفرون

جزء (30)

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھ " ۶" آیتیں ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام "کافرون" اس لیے رکھا گیا ہے، کہ ہمارے رب عزوجل نے اپنے نبی کو ہدایت دی ہے اور حکم فرمایا ہے کہ کافروں کو ایک ایسے پیغام کے ساتھ مخاطب کریں، جو توحید کو متضمن اورشرک سے بیزاری اور مسلمانوں کی عبادت کی آزادی کا اعلان ہو، اس سورت کا نام "الکٰفرون" ہے، جو اس سورت کی ابتدائی آیت سے لیا گیا ہے۔

اس سورہ کی مبارک آیات کے خلاصہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ: دشمن اس مرحلے پر نبی کریمﷺ کے ساتھ کسی قسم کا کوئی سمجھوتہ نہ کرنا چاہتا ہے، مشرکین اس بات کو اپنے لیے مفید سمجھتے ہیں کہ نبیﷺ کو استقامت سے اور سمجھوتہ قبول نہ کرنے سے اور ان کے مذہب اور معبودوں پر مسلسل وار کرنے سے روکیں، اور انہیں لچک پیدا کرنے پر مجبور کریں۔

اس سورت کے دیگر نام

اس سورت کے دوسرے نام یہ ہیں: مُنابذہ (دشمنی اور جھگڑا) اخلاص، (مشقشقه) شاید اس کا معنی فصیح اور زوردار بیان ہے۔

سورۃ الکٰفرون اور سورۃ الکوثر کے درمیان ربطہ

یہ سورۃ مکہ میں سورۃ کوثر کے بعد نازل ہوئی، سورۃ الکوثر میں خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت میں اخلاص کا حکم دیا گیاہے، جبکہ اس سورت میں توحید اور اس دنیا کو وجود بخشنے والے خدا کی عبادت اور شرک سے دوری اور نفرت کرنے کاحکم دیاگیا ہے، تاکہ کفر اور ایمان کے درمیان حد فاصل واضح ہوجائے۔

سورۃ الکٰفرون کے الفاظ، آیات اور حروف کی تعداد

جیسا کہ ہم ذکر کرچکے ہیں کہ:سورۃ الکافرون مکی ہے، اس کا ایک(۱)رکوع، چھ (٦)آیات، چبیس(٢٦) الفاظ، بیانوے(٩٢) حروف اور چھتیس(٣٦)نقطے ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

(یادر ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس کی تفصیل کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورۃ الکافرون کی فضیلت

سورۃ الکافرون کے متعلق حضرت ابن عباس ؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: "قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ" اجرو ثواب کے لحاظ سے" قرآن مجید کے ایک چوتھائی حصے کے برابر ہے"(یہ حدیث حسن ہے، البانی نے سلسلۃ احادیث صحیحۃ میں نمبر ۵۸۶ پر ذکر کیا ہے)

اسی طرح حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرما یا: "کیا ہی اچھا ہے سورہ کافرون اور اخلاص کہ فجر سے پہلے دو رکعتوں میں پڑھی جائیں"۔

ایک حدیث ہے: "عن فروة بن نوفل رضی الله عنه أنه أتى النبی صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله علمنی شيئا أقوله إذا أويت إلى فراشی فقال:اقرأ قل يا أيها الكافرون فإنها براءة من الشرك"(ترمذی)

ترجمہ:فروہ بن نوفل سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسی چیز سکھائیں کہ جب بھی میں بستر پرسونے جاؤں تو اسے پڑھوں، رسول اللہﷺ نے فرمایا: "قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ" کیونکہ اس سورت میں شرک سے بیزاری ہے۔

سورت کا سبب نزول

مکہ مکرمہ میں ایک ایسا دور گزرا ہے، جب قریش کے مشرکانہ معاشرے میں رسول اللہﷺ کی دعوت کے خلاف ایک طوفان کھڑا ہوا تھا،لیکن قریش کے سردار اس بات سے کہ نبی ﷺ کو کسی طریقے سے کسی سمجھوتہ یا صلح پر آمادہ کریں نا امید نہیں ہوئے تھے، اس لیے وہ لوگ وقتا فوقتا رسول اللہﷺ کے سامنے صلح اور مصالحت کی مخلتف تجاویز پیش کرتے تھے، تاکہ آپﷺ ان میں سے کسی ایک کو قبول کرلیں، اور ان کے درمیان جو کشمکش اور اختلافات پیدا ہوگئے ہیں وہ دور ہوجائیں، اس بارے میں مختلف روایتیں کتب احادیث میں نقل کی گئی ہیں:

1- طبرانی اور ابن ابی حاتم ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: قریش نے رسول اللہﷺ سے کہا : ہم تم کو بہت سا مال و دولت دیں گے تاکہ تم مکہ کے سب سے امیر ترین شخص بن جاؤ، ہر اس عورت اور لڑکی سے تمہاری شادی کروادیں گے جو تم چاہو، لیکن شرط یہ ہے تم ہمارے معبودوں کی توہین نہ کرو اور ان کو برا بھلا نہ کہو، اگر تم نے

(c) ketabton.com: The Digital Library

ایسا نہیں کیا تو ایک سال تک ہمارے بتوں کی پرتش کرو، نبیﷺ نے فرمایا: میں انتظار کروں گا کہ میرے رب کی طرف سے کیا حکم اور رہنمائی آتی ہے، چنانچہ یہ سورت اور آیت نازل ہوئی،"قُلۡ اَفَغَيۡرَ اللّٰهِ تَاۡمُرُوۡٓنِّىۡۤ اَعۡبُدُ اَيُّهَا الۡجٰهِلُوۡنَ"(سورہ زمر:۶۴)ترجمہ:"کہو اے نادانو!تم مجھ سے یہ کہتے ہوکہ میں غیر خدا کی پرستش کرنے لگوں" (طبری:۳۸۲۲۵)، (طبرانی،معجم الوسیط میں:۲/۶۶،المکتب الاسلامی دارعمارت بیروت) ابو خلف،داود،عکرمہ اور ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔

ابوخلف ایک مجہول شخص ہے اور اس کا استاد داود بھی ضعیف ہے، خاص طور پر جو احادیث وہ عکرمہ سے روایت کرتا ہے، پس اسناد کمزور ترین اور متن باطل ہے، کیونکہ رسول اللہﷺ ایسی پیشکش کا انتظار نہیں فرماتے تھے، جس میں شرک کی دعوت ہو، یہ خبر ابن عباسؓ سے درست نہیں ہے، بلکہ موضوع ہے، (تفسیر شوکانی:۳۰۳۳،تخریج محقق)۔

2 - عبدالرزاق نے وہب سے روایت کیا ہے کہ: کفار قریش نے نبی کریمﷺ سے کہا: اگر تم پسند کرو تو ہم ایک سال تک تمہاری پیروی کریں گے، اور تم ایک سال ہماری پیروی کرو، تو پھر اللہ تعالٰی نے سورۃ الکافرون نازل فرمائی، عبدالرزاق نے ابراہیم احول اور وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے،مرسل، لیکن جو غلط الفاظ پچھلی حدیث میں تھے وہ اس میں نہیں ہیں، حدیث بغوی میں دیکھیں۔

3 - ابن ابی حاتم نے سعید بن میناء سے روایت کیا ہے: ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اسود بن مطلب اور امیہ بن خلف پیغمبرﷺ سے ملاقات کے لیے آئے: انہوں نے کہا: اے محمد!آئیں ہمارے بتوں کی عبادت کریں ہم آپ کے خدا کے عبادت کریں گے، ہم اپنے تمام کاموں میں شریک ہوں گے، اس کے بعد سورۃ الکافرون نازل ہوئی(طبری ۳۸۲۲۶)نے ابن اسحاق اور سعید بن میناء سے روایت کیا ہے(ملاحظہ کریں: لباب النقول فی اسباب النزول، شأن نزول سورہ کافرون، بہ تحقیق عبدالزاق المهدی)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفارنے ایک بار یا ایک مجلس میں نہیں بلکہ کئی بار اور مختلف مجالس و مواقع پر رسول ؐکوایسی پیشکش کی تھی، اس وجہ سے ضروری تھا کہ ایک مضبوط اور فیصلہ کن جواب دے کر ان کی اس امید کو مایوسی میں تبدیل کردیاجائے کہ رسول اللہﷺ ان کے ساتھ دین کے معاملہ میں رعایت دینے اور رعایت لینے کی بنیاد پر سمجھوتہ کبھی نہیں کریں گے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورت کا خلاصہ

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ سورت بعثت کے پہلے سال یا دوسرے سال نازل ہوئی، اس سورت میں "کافرون" کا عمومی معنی پیغمبر کے مخالفین یا توحید کے منکرین ہیں، کفار سے مراد حضرت ابراہیم کی نسل سے مشرکین قریش تھے، وہ خود کو ابراہیمؑ کے مذہب کے پیروکار سمجھتے تھے، لیکن انہوں نے اس خالص اور توحیدی مذہب میں بہت سے انحرافات پیدا کئے تھے، یہاں تک ان کے عقائد اور رسوم میں صرف ظاہری مشابہت تھی،حضرت ابراہیمؑ کے دین اور توحید کی روح کا ان میں کوئی اثر موجود نہیں تھا۔

سورہ کافرون کا بنیادی پیغام یہ ہے کہ مؤمنین کو چاہیے کہ اپنا طرز فکر غیر توحیدی خطوط سے الگ کریں، اور یہ جان لیں کہ مذا ہب اور فرقوں کی ظاہری مماثلت ان کی یکسانیت اور حقانیت کی وجہ نہیں ہے، ایسا بھی نہیں ہے کہ اگر کوئی یہودی، عیسائی، سکھ حتی کہ بعض منحرف اسلامی مذاہب جو خدا اور اس کی عبادت کی بات کرتے ہیں، تو یہ ان کی حقانیت کی دلیل ہو اور خالص محمدی اسلام سے کوئی فرق نہ ہو، کیونکہ توحید کی روح اور خدا ئے واحد کی سچی عبادت ان تحریف شدہ ادیان اور مذا ہب میں سے کسی میں بھی موجود نہیں ہے۔

محترم قارئین

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ؑ نے لوگوں کو خدائے واحد کی عبادت کی طرف راغب کرنے اور ستاروں، چاند اور سورج کی عبادت سے روکنے کے بعد شرک اور بت پرستی کا مقابلہ کرناشروع کیا، اور نمرود کے ساتھ جس نے خدائی کا دعوی کیا تھا جہاد کا فیصلہ کیا ،(یعقوبی-ج ۱،۲۳)بالا آخر رب کی طرف سے ان کو حکم ہوا کہ بابل سے فلسطین اور وہاں سے جزیرۃ العرب کی طرف ہجرت کریں، اور مکہ کی سرزمین پر اپنے بیٹے کی مدد سے خانہ کعبہ کی تعمیر کریں، حضرت ابراہیمؑ اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں کامیاب ہوئے او ر اپنے بیٹے کے ساتھ ملکر بیت اللہ بنا اور حج کے مناسک ادا کیے ، (یعقوبی : جلد/275)۔

حضرت اسماعیلؑ مکہ میں آباد ہوئے، اور وہاں کے ایک قبیلے میں شادی کی، اور ان کی اولاد اور بچے جزیرہ نما عرب میں رہنے لگے، یہاں تک کہ خانہ کعبہ کی نگرانی عمروابن لحیی کو ملی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ عمرو ابن لحیی کی زندگی میں ایک وقت ایسا آیا کہ اس نے توحید سے پیچھے ہٹ کر خانہ کعبہ کو بت خانہ بنادیا ، عربوں نے اس کی پیروی کی ، اس طرح جزیرۃ العرب میں بت پرستی نے خدا پرستی کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

جگہ لے لی، عرب میں زمانہ جاہلیت کی اصطلاح اسی وقت سے شروع ہوئی ، اگر چہ پیغمبر اسلام کے تمام آبا و اجداد موحد تھے، اور عربوں کو توحید کی طرف بلاتے تھے، لیکن اس دعوت نے ان میں کوئی رجحان پیدا نہیں کیا۔

شرک و بت پرستی عربوں کے طرز عمل، منشا ء اور اعمال کی بنیاد بن گئی جس کا عبدالمطلب کے دور اقتدار میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، زنا اور عصمت فروشی کے پھیلاؤ کی وجہ سے عبدالمطلب نے زنا کرنے والوں کے لیے حد مقرر کی ، اور بعض طوائفوں کو نکال دیا، (یعقوبی : جلد/363)۔

کچھ بدعات قبیلہ قریش نے زائرین کعبہ کےلیے ایجاد کی تھیں جنہیں عربوں نے قبول کیا تھا ان میں یہ بات بھی تھی کہ حاجی اپنے پہلے طواف کے لیے احرام کا لباس قریش سے خریدیں، ورنہ وہ کعبہ کا برہنہ طواف کریں ، (یعقوبی: جلد/336)۔

یہ بدعت قریش نے دوسروں پر اپنے استحقاق کو بڑھانے کے لیے لگائی تھی ، اسی طرح حج کے مراسم انجام دینے کا طریقہ اور اپنے خیموں کی شکل تمام عربوں سے مختلف رکھی تھی، البتہ یہ تمام بدعات قبول کی گئیں، اور عربوں نے ان قوانین کے خلاف کوئی مزاحمت نہیں کی نہ ہی انہوں نے کوئی حساسیت دکھائی۔

برہنہ حالت میں خانہ کعبہ کا طواف اس قدر پھیل چکا تھا کہ عربوں کو معمولی سی چیز لگتی تھی، اور مجبورا عبد المطلب کو اس پر پابندی لگانا پڑی۔

ظہور اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں عربوں کی عادات، رسم و رواج میں سے ایک عادت تھی لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جنگ کی حالت میں ان کی لڑکیاں دوسرے قبائل کی قیدی اور لونڈیاں بن جائیں، اور قبیلے کی نسل اور خون کی پاکیزگی ختم ہوجائے، اس جرم کی انسانی تاریخ میں مثال نہیں ملتی، اگرچہ یہ قتل ظلم کی انتہا ہے، اور عربوں کی جہالت کا واضح ثبوت ہے، بلکہ عورتوں پر عربوں کے مظالم صرف اس فعل تک محدود نہیں تھے، بلکہ مرد بیوہ عورتوں سے نکاح کرتے تھے تا کہ ان کی جائیداد اور اولاد کو قبضے میں لے لیں، پھر ان عورتوں کو چھوڑ دیتے تھے،(سورہ نساء آیۃ :۱۹)

عرب کی جہالت کی ایک اور علامت یہ تھی کہ ان کے درمیان اختلافات کو مذاکرات اور سمجھوتہ کے ذریعے حل نہیں کیا جاتا تھا، وہ مسلسل جنگ و جدال کے ذریعے اپنی رائے دوسروں پر مسلط کرتے تھے، اسی لیے ان کی دشمنی کبھی ختم نہیں ہوتی تھی، بلکہ اوس اور خزرج کے دو مشہور قبیلے مدینہ میں کئی سالوں سے ایک دوسرے سے برسر پیکار

(c) ketabton.com: The Digital Library

تھے (یعقوبی:ج ۱،۳۹۵) اسلام کا ظہور اور نبیﷺ کی مدینہ کی طرف ہجرت ان کے درمیان سو سال سے زائد جاہلانہ جنگوں کے خاتمے کا سبب بنی -

نبیﷺ کی جوانی میں ہی خانہ کعبہ سیلاب کی وجہ سے خراب ہوگیا، اور پھر دوبارہ تعمیر کیا گیا، اس وقت قریش کے سردار اور رہنما اس بات پر کسی معاہدے پر نہیں پہنچ سکے تھے کہ حجر اسود کو اس کے اصل مقام پر کونسا قبیلہ نصب کرےگا، اس لیے سب نے خون کے آخری قطرے تک لڑنے کی قسم کھائی، کہ اپنے قبیلے کی عزت کا دفاع کریں -

ان رویوں کی شدت اور تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ بعض روایات جو عربوں نے نسل درنسل قائم رکھی تھیں اور ان کا احترا م کرتے تھے، بعض اوقات ان کی خلاف ورزی ہوتی تھی، مثلا جنگ اور لوٹ مار سال کے چار مہینوں میں حرام تھی،بعض اوقات عرب جنگ شروع کرنے کے لیے ان چار ماہ کی تاخیر کرتے تھے، تاکہ وہ اپنے مقاصد حاصل کرسکیں،اس عمل کو نَسیئ کہتے تھے،جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے، (طبری:۸۳۸)

مہذب لوگوں کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی ادارہ یا رسم ان کے طرز زندگی میں ظاہر ہوجائے جو ان کے رابطوں میں آسانی پیدا کرے، یا ان کی ثقافت حاصل کرنے کا سبب بنے، تو ایسے ادارہ کی نہ صرف حفاظت کریں گے، بلکہ اس کی تعمیر و ترقی بھی بھرپور کریں گے، قصی ابن کلاب نے جب خانہ کعبہ کی ذمہ داری سنبھالی تو اس کے اقدامات میں سے ایک یہ تھا جو قبیلہ قریش کو شان و شوکت میں لایا، کہ قریش کے لیے دارلندوۃ بنایا، تا کہ جب بھی قریش کو کوئی اہم مسئلہ درپیش ہو تو دارلندوۃ میں جمع ہوجائیں ، اور مشورہ و بحث مباحثہ کر کے فیصلہ کریں، دارلندوہ قریش کے لیے مجلس شوری کی حیثیت رکھتا تھا،جس کے قیام سے قصی نے قریش کے درمیان باہمی افہام و تفہیم اور تعاون کے کردار کو فروغ دینے کا ارادہ کیا تھا، اور مختلف گروہ اس کے ذریعے اپنے اختلافات کو بحث و مباحثہ اورتبادلہ خیال کے ذریعے حل کریں۔

قریش قبائل میں نہ صرف تعاون اور اتحاد کا جذبہ نہیں تھا، بلکہ ان کے اندرونی اختلافات بھی ختم نہیں ہوتے تھے، قصی کی اولاد کے درمیان اختلافات اس وقت شدت اختیار کرگئے جب انہیں خانہ کعبہ کی سیادت ملی، اور بنی عبدالدار اور بنی عبد مناف نے اپنے حق حاصل کرنے کے لیے آخری بندے تک لڑنے کی قسم کھائی، جب امیہ نے اپنے چچا ہاشم سے مخالفت اور مقابلہ کرنا شروع کیا تو اختلاف بحث و مباحثہ سے بلکل

(c) ketabton.com: The Digital Library

بھی حل نہیں ہوا، اور دارلندوہ ان کے اختلافات رفع کرنے کا ذریعہ نہ بن سکا،جس وقت قریش کے زعماؤ اور رؤساء مشاورت کے لیے دارلندوہ میں جمع ہوئے وہ وقت نبیﷺ کی بعثت کا زمانہ تھا، اور وہ بھی اس لیے کہ نبیﷺ کو ختم کرنے کے لیے ایک متحدہ مؤقف اپنائیں، بالاآخر انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ قریش کے ہر قبیلہ میں سے ایک نوجوان منتخب کیا جائے، اور یہ سب کے سب اکھٹے رات کو نبی کریمﷺ کو ختم کرنے کے لیے شب خون ماریں، اور نبیﷺ کو قتل کردیں، اس صورت میں بنی ہاشم قریش کے تمام قبیلوں سے انتقام نہیں لے سکیں گے، اور ان کو مجبورا ان تمام خون کے سامنے ہتھیار ڈالنا ہوں گے، اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ہر سال جزیرہ نمائے عرب کے تمام حصوں سے عرب مکہ مکرمہ میں کعبہ کی زیارت کے لیے جاتے تھے، زائرین کا استقبال اور ان کی فلاح و بہبود کعبہ کے ذمہ داریوں میں سے ایک تھی،قصی کے زمانے کے عہدوں میں سے رفادت، یعنی حاجیوں کو کھانا کھلانا اور سقایت، یعنی ان کے لیے پانی مہیا کرنا تھا ۔

جب ہاشم خانہ کعبہ کا سربراہ بنا تو اس نے اپنی تمام دولت اسی راہ میں خرچ کردی، اور قریش کو بھی اس خدمت کی مسلسل ترغیب دی، عبدالمطلب بھی خانہ کعبہ کے سربراہی میں پہنچ کر اس راستے پر چلے، اور ان کا دسترخوان اتنا وسیع تھا کہ پرندے اور مویشی بھی اس سے مستفید ہوتے تھے، مگر بعد کے قریش نے نہ صرف یہ خدمات فراہم نہیں کیں، بلکہ طواف کرنے والوں کے لیے خوراک اور لباس سمیت مشکل حالات پیدا کیے، یہ صورت حال ظہور اسلام تک جای رہی، دین اسلام کے ظہور کے بعد اور ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کے پھیلاؤ اور اس کی طرف متوجہ ہونے کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، قریش کے سرداروں نے رسول اللہﷺ کی بڑھتی ہوئی پیشرفت کا مشاہدہ کیا اور اس دین کی طرف لوگوں کی توجہ خاص طور پر مکہ کی اہم شخصیات جن کا اثر و رسوخ تھا اس نئے توحید سے بھرپور دین کی طرف میلان کا مشاہدہ کیا، تو پیغمبرﷺ کو پیشکش کی کہ اسلام اور ان کے انحرانی عقائد کے درمیان مماثلت کو دیکھتے ہوئے پیغمبرﷺ اور مسلمانوں کو کفار کے اجتماعی او رشرک آمیز مذہب کو قبول کرنا چاہیے، اگر پیغمبر ﷺ کفار کا دین قبول کرتے ہیں، تو وہ بھی دین اسلام قبول کرلیں گے یہی وہ وقت تھا جب سورہ کافرون نازل ہوئی اور اعلان کیا کہ قریش کے مشرکانہ عقائد اور اسلام کے توحید پر ستانہ عقائد میں کوئی چیز مشترک نہیں ہے، اس سورت کے نزول کے بعد رسول اللہﷺ مسجد حرام تشریف لائے اور واضح طور پر اپنا موقف یوں بیان فرمایا: میں تمہارے دین کا کبھی پیرو نہیں تھا اور نہ کبھی اس

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی پیروی کروں گا، جیسا کہ تم لوگوں نے کبھی بھی خالص توحید کی پیروی نہیں کی ہے، میرا دین میرے لیے ہے، اور تمہارا دین تمہارے لیے، ان دونوں میں کوئی مشترکات نہیں ہیں۔
اس سورت کے عمومی لہجے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس سورت کے نزول کے وقت مسلمانوں کی ایک تعداد کفار کے مقابلے میں اقلیت میں تھی، اور رسول اللہﷺپر ان کی وجہ سے سخت تنگی اور دباؤ تھا، اس وجہ سے کفار چاہتے تھے کہ پیغمبر اسلام پر مزید دباؤ بڑھائیں، تاکہ اس کے نتیجے میں رسول اللہﷺ ان کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہوجائیں،لیکن پیغمبرﷺ ایک فیصلہ کن اور قطعی جواب کے ساتھ کفار کے سامنے ڈٹ گئے اور کفار کو منہ توڑ اورا ٹل جواب دیا ، ایسا جواب جس نے کفار کے لیے کسی قسم کےسمجھوتے اور سودے بازی کا دروازہ کھلا نہیں رکھا، ایسا جواب جسے سن کر کافر مایوس گئے، پیغمبرﷺ جنگ کی بات نہیں کرتے تھے ، بلکہ اپنی مزاحمت اور طاقت کو آسمانی نطق سے ان پر واضح کرتے تھے، اس سورت میں نبیﷺ کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ کفار مکہ کے مذہب سے اپنے ناگواری کا کھلے عام اظہار کریں ، اور انہیں بتا دیں کہ تم لوگ بھی آپﷺ کے دین کو نہیں مانتے ، لہذا نہ آپﷺ دین سے وہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، اور نہ ان کے دین آپﷺ کو اپنا گرویدہ بنا سکتا ہے، پس کفار کو نبیﷺ کی سمجھوتہ سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہونا چاہیے۔
یہ تمام مسلمانوں کے لیے ایک مثال ہے کہ وہ دین اور اسلام کی بنیاد پر اپنے دشمنوں سے کبھی سمجھوتہ نہ کریں، اور جب بھی ان کی طرف سے ایسی خواہش کی جائے تو ان کو مکمل طور پر مایوس کردیا جائے، خاص طور پر اس سورت میں دو مرتبہ اس معنی پر زور دیا گیا ہے،کہ: "میں تمہارے معبودوں کی پرستش نہیں کروں گا"، اس طرح دوسری بار تاکید ہوئی ہے کہ: "تم ہرگز میرے معبود خدائے واحد کی عبادت نہیں کروگے"یہ ان کی ضد کا ثبوت ہے، تو نتیجتا: "میرے لیے میرا دین توحید ، تمہارے لیے تمہارا بوسیدہ اور شرک سے آلودہ دین"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة الکٰفرون

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ یٰۤاَیُّھَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا
عَبَدۡتُّمۡ ۙ﴿۴﴾ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ٪﴿۶﴾

سورت کا ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع کرتاھوں الله کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاھے
قُلۡ یٰۤاَیُّھَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾	کہدے اے کافرو!
لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲﴾	میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو
وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ﴿۳﴾	اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں
وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۙ﴿۴﴾	اور نہ میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم نے کی
وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ﴿۵﴾	اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں
لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ٪﴿۶﴾	تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

"یٰۤاَیُّھَا" :الا، اے ، جی ہاں، "الۡکٰفِرُوۡنَ" یقین نہ رکھنے والے،"لَاۤ اَعۡبُدُ" میں عبادت نہیں کرتا،"ما" جس کی"تَعۡبُدُوۡنَ"تم عبادت کرتے ہو،"عٰبِدُوۡنَ"عبادت کرنے والے، عبادت گزار،"ما"اس کی، بمعنی"ما" موصولہ "الذی" یا بمعنی"من"،خدا (شمس:۵اور۶)"عَبَدۡتُّمۡ" تم نے عبادت کی۔

توجہ: مکہ کے کافر رہنماؤں کے ایک گروہ سے خطاب ہے، جن کے بارے میں الله تعالٰی جانتا تھا کہ وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے، "لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ" "لَاۤ" جب فعل مضارع پر آتا ہے تو اسے مستقبل کے معنی میں کردیتا ہے، یعنی:میں تمہارے ان بتوں کی کبھی عبادت نہیں کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو،(اعراب القرآن درویش...)"لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ" آیات کا

(c) ketabton.com: The Digital Library

خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! ہمارے اور تمہارے معبود بھی الگ الگ ہیں، اور عبادت بھی مختلف ہے،(ملاحظہ کریں:یونس آیت :۱۳)شعراء آیت:۲۱۶

تفسیر:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۝۱	کہدے اے کافرو!

"قل" کہدو،کس سے کہو؟ واضح ہے کہ کافرو ں سے کہدو، معلوم ہوتا ہے کافروں نے نبیﷺ سے کچھ کہا ہے، کہ لفظ"قل" استعمال ہوا ہے،لیکن یاد رہے کہ قرآن مجید کے دوسرے مواقع میں جہاں لفظ "قل" آیا ہے یہ نہیں کہا جاسکتا ، یعنی: کہ اس سے پہلے کوئی بات کہی گئی ہے، بلکہ قرآن کریم کی دوسری آیات کے مفہوم پر دھیان دینا چاہیے۔

لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ۝۲	میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو

رسول اللہﷺ خوبصورت انداز اور عزم جزم کے ساتھ ان کے جواب میں فرماتے ہیں: "میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو" ان بتوں کی ہرگز پرستش نہیں کروں گا جن کی تم پرستش کرتے ہو، میں تمہارے خداؤں اور معبودوں سے بیزار ہوں، ایسے جھوٹے خدا جو عبادت کرنے والوں کو نہ فائدہ پہنچا سکتےہیں اور نہ ہی نقصان ، اور نہ کسی مصیبت کو رفع کرسکتے ہیں ۔

اس آیت مبارکہ کے مفہوم میں وہ تمام معبود شامل ہیں جن کی کفار اور مشرکین نے عبادت کی ہے یا کرتے ہیں، خواہ وہ فرشتے ہوں، جن ہوں، انبیاء ہوں، اولیاء ہوں، زندہ یا مردہ انسانوں کی روحیں ہوں، سورج اور چاند ہوں، سیارے اور ستارے ہوں، جانور ، درخت، سمندر، بت، خیالی معبودوں کے مجسمے ہوں، یا دوسرے معبود ہوں۔

اس آیت کے سیاق سباق سے واضح ہوتا ہے کہ کفار نے پیغمبرؐ کو دعوت دی تھی کہ: اے پیغمبر!ہمارے بتوں کی پرستش کرو، جس کی ہم پرستش کرتے ہیں، ان کی عبادت کرو،لیکن جیسا کہ ہم نے کہا!اس دعوت کو رسول اللہﷺ نے پورے عزم کے ساتھ رد کردیا، اور آپﷺ نے جواب میں فرمایا: میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو، واضح ہے کہ کفار کی درخواست کا رد کیا گیا ہے، کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا ہے کہ نہیں، میں تمہارے بتوں کی عبادت نہیں کرتا۔

آیت مبارکہ: "لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ"سے واضح ہوتا ہے کہ : اتحاد کے نام پر اصولوں اور اقدار سے انحراف نہیں کرنا چاہیے۔

وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ۝۳	اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں

(c) ketabton.com: The Digital Library

تم اس کے بھی پرستار نہیں ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، یعنی تم اس سچے خدا کی عبادت نہیں کروگے جس کی میں عبادت کرتا ہوں، جو واحد اور اکیلا ہے،میں سچے خدا یعنی رب العالمین کی عبادت کرتا ہوں اور تم پتھروں اور بتوں کی عبادت کرتے ہو، خدا ئے رحمان کی عبادت اور خواہشات اور بتوں کی عبادت میں بہت فرق ہے۔

آیت کے مفہوم سے کفار کے دو پیشکشیں ظاہر ہوتی ہیں: (۱) نبی کریمﷺ سے کہتے ہیں: اے پیغمبر آؤ ہمارے بتوں کی عبادت کرو (۲) ہم بھی تمہارے خدا کی عبادت کریں گے۔

چنانچہ اس آیت کے مفہوم سے واضح ہوا کہ کفا ر نے کہا اگر تم ہمارے بتوں کی عبادت کرو تم ہم اس کے بدلے میں تمہارے خدا کی عبادت کریں گے یہ ایک سمجھوتہ والی تجویز تھی جو رسول اللہﷺ کے سامنے رکھی گئی، اس کا مطلب یہ ہے کہ: وہ کہتے ہیں کہ آؤ ہم سب مشرک بن جائیں، ایک ہوجائیں۔

پہلا: کفار نے کہا: ہم دونوں ، دونوں کی عبادت کریں گے، بتوں کی پوجا کریں گے اور خدا کی بھی .

دوسرا: کفار نے کہا: اے پیغمبر ! مثال کے طور پر ایک سال آپ آئیں ہمارے بتوں کی عبادت کریں اور اگلے سال ہم آکر آپ کے خدا کی عبادت کریں گے۔

لیکن جیسا کہ ہم نے ذکر کیا: پیغمبر اسلام نے کفار کے ان دونوں سمجھوتوں کو پوری قوت کے ساتھ ردکردیا۔

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝٤	اور نہ میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم نے کی

یہ تاکید ہے کفار کی پچھلی کوشش برائت پر، اور کافروں کی امید کو ختم کردیتی ہے، اس لیے کہ آپؐ نے فرمایا: نہ ابھی، نہ مستقبل میں کبھی بھی میں ان بتوں کی پرستش نہیں کروں گا، جب تک زندہ ہوں ہر گز تمہارے بتوں کی عبادت نہیں کروں گا۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ! یہ تجاویز اس وقت نبی کریمﷺ کو پیش کی گئیں، جب وہ اپنی طاقت سے کچھ کر نہیں سکے، پھر انہوں نے یہ تجاویز پیش کرنا شروع کیں سمجھوتہ کرنے کے لیے لیکن یہاں خوبصورت نکتہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ واضح طور پر فرماتے ہیں کہ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو، "لَآ اَعْبُدُ"یعنی: نہ ابھی نہ آیندہ، میں کبھی بھی ان کی عبادت نہیں کروں گا، غور کریں لفظ مضارع کا استعمال ہوا ہے کہ نہ ابھی ، نہ مستقبل میں تمہارے بتوں کی پوجا کروں گا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

مکمل طور پر مسترد جواب نے بحث و مباحثہ اور سمجھوتہ کی ہر صورت کو پوری قوت اور مضبوطی کے ساتھ ختم کردیا،رسول اللہﷺ کو یہی کہنا چاہیے تھا، کہ میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو، اور تم عبادت نہیں کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، پیغمبر ؑ نے یہ نہیں کہا: "مَا تَعۡبُدُوۡنَ" بلکہ کہا:

وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَآ اَعۡبُدُ﴿﴾	اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں

یعنی: تم مستقبل میں بھی میرے خدا کی عبادت نہیں کروگے۔
دیکھیں: "عبادت کرنے والے" کا تعلق کس سے ہے؟ اس کا تعلق حال سے ہے،"عبادت نہیں کروں گا" کا تعلق کس سے ہے؟ حال اور مستقبل دونوں سے ہے، کیا مضبوط اور خوبصورت بیان ہے۔
پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں: میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو، میں مضبوط اصولوں کی بنیاد پر یہ بات کہتا ہوں، اس لیے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی ، لیکن تمہاری عبادت نہ کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، ابھی تم عبادت نہیں کرتے ہو لیکن آنے والے وقت میں اپنے دین کی بے بنیادیت کا احساس ہوسکتا ہے،(یہ اظہار بیان کی ایک پختہ قسم ہے)
میں"اصلا" اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو، لیکن تم "فعلا" ابھی عبادت نہیں کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں،لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ نبی کریمﷺ اس بحث و مباحثہ میں کافروں کے لیے ایمان لانے کا دروازہ بند نہیں کرتے، کفار کے لیے اسلام کی طرف واپسی کے راستے کھلے چھوڑ دیتے ہیں،لیکن بتوں کی پوجا کی طرف اپنا راستہ مکمل طور پر بند کردیتے ہیں، اور اپنی پوری قوت سے اعلان کرتے ہیں کہ: میرے لیے بت پرستی کرنا ممکن نہیں ہے،لیکن تم پر واپسی کا دروازہ بند نہیں ہے، ابھی "فعلا" جس کی میں عبادت کرتا ہوں تم نہیں کرتے ہو۔
کفار کو قرآن عظیم کے لطیف بیان پر توجہ دی جانی چاہیے جو کہتا ہے:

1 - جس کی تم عبادت کر رہے ہو اس کی بنیاد کمزور ہے، بے بنیاد اور غیر منطقی ہے، تم اپنے آپ میں تبدیلی لا سکتے ہو، لیکن میں جس کی عبادت کرتا ہوں ، وہ ایک مضبوط بنیاد پرمبنی ہے، جو ناقابل تغیر ہے، جسے تبدیل نہیں کیا جاسکتا - "وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ"میں اس کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو۔
2 - تم ماضی میں بھی بہت ساری چیزوں کی پوجا کرتے تھے، لیکن میں تمہارے ماضی کو بھی نہیں مانتا، ماضی میں بھی میں تم میں سے نہیں تھا، اور نہ ہی بت پرست تھا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس آیت کے لطیف مفہوم سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی کریمﷺ پیدائش سے توحید پرست تھے، یہ نہیں کہا کہ:میں اب سے نہیں ہوں، یعنی: پہلے بھی نہیں تھا، اب بھی نہیں ہوں،مکمل طور پر فرماتے ہیں "وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ:

"میں اس کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں جس کی تم پہلے عبادت کرتے تھے" میں تم لوگوں سے بلکل مختلف ہوں، اور بنیادی طور پر تم لوگوں سے کوئی وجہ مشترک نہیں ہے مجھ میں، نہ پہلے تھی اور نہ آیندہ کی،تمہاری نظر یاتی بنیاد کمزور ہے،جس کی کوئی اصل نہیں ہے،تمہارے پاس تمہاری دعوت کی کوئی بنیاد اور اصل نہیں ہے، تمہاری دعوت کی جڑیں کھوکھلی اور غیر منطقی اور ناقابل قبول ہیں ۔

محترم قارئین:

اگر پوچھا جائے کہ شرک اور اسلام کی سرحد کیا ہے؟ واحد منطقی جواب جو موجود ہے اور ہم پوری قوت سے کہ سکتے ہیں کہ اسلام اور کفر کے درمیان سرحد "عبادت " ہے، یہاں تک کہ کفار نے بھی کفر اور اسلام کے درمیان سرحد "عبادت" سمجھا، یعنی خدا پرستی اور غیر خدا پرستی میں ، اس لیے ان کے سمجھوتے کی تجویز کے اصول کو اس کے مطابق فارمولے بنائے، جو لوگ خدا کی عبادت کرتے ہیں وہ مشرک نہیں ہوتے ،لیکن جب غیر الله کی عبادت کی جائے تو مذکورہ شخص مشرک ہوگا، مشرکین کی دعوت کی بحث بھی عبادت تھی، کہ ہم تیرے خدا کی عبادت کریں گے، تو آپﷺ آؤ ہمارے خدا کی عبادت کرو۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۠ ۝	تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین

لیکن رسول اللهﷺ نے جواب پوری وضاحت کے ساتھ دیا ، اور آپ ﷺ نے سختی سے فرمایا کہ ہم اپنے دین کی بنیادی باتوں میں کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے،تم اپنا شرک رکھو، میں اپنے توحید کے ساتھ رہوں گا، میرا دین الگ ہے تمہارا دین الگ ہے، میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرنے والا نہیں ہوں اور تم میرے معبود کی پرستش کرنے والے نہیں ہو، میں تمہارے معبودوں کی عبادت کر ہی نہیں سکتا، اور نہ تم اس بات پر آمادہ ہو کہ میرے خدا کی عبادت کرو، اس لحاظ سے میرا اور تمہارا راستہ کبھی بھی ایک نہیں ہوسکتا ، آیت مبارکہ کفار کی عبادت سے بیزاری کی انتہاء کا اظہار کرتی ہے، اور صرف الله کی عبادت کی تاکید کرتی ہے۔

مفسرین نے کہاہے کہ: پہلے دو جملوں سے مراد یہ ہے کہ ہمارے اور تمہارے معبود کے مفہوم میں مکمل اختلاف ہے، کیونکہ مشرکین کے معبود سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

مراد بت ہے، اور محمدﷺ کے معبود سے مراد خدائے رحمان ہے، نہ ہمارا معبود ایک ہے اور نہ ہماری عبادت۔
ایک اصول کو فراموش نہیں کرنا چاہیے، وہ یہ ہے کہ دین میں سودے بازی نہ کرو ، دشمن کے ساتھ کوئی سازش اور سمجھوتہ نہ کرو، اور غلط تجاویز کے تکرار کے خلاف اپنے موقف کا اعادہ کرو ، واضح رہے کہ قرآن کریم میں بعض مواقع پر تکرار تاکید کے لیے ہے،جیسے: " كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۝۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۝۴"(تکاثر:۳،۴) "فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ۝۱۹ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ۝۲۰"(مدثر:۱۹،۲۰)
تو اس سورت مبارکہ میں بھی تکرار تاکید کے لیے ہوسکتی ہے، تاکہ مشرکین مسلمانوں کے سر تسلیم خم کرنے سے مایوس ہو جائیں، اور یہ مؤمنین کے لیے استقامت کی تلقین کے لیے ہو، تاکہ اپنے مؤقف پر ثابت قدم رہیں۔
نیز اس آیت مبارکہ میں امت مسلمہ کےلیے ایک بہت بڑا سبق ہے کہ دین کے اصولوں میں کسی قسم کے سمجھوتہ کی گنجائش نہیں ہے، عبادت ہمارے دین کا بنیادی حصہ ہے ، یہ ہمارے دین کی سرحد ہے، میرا دین کیا ہے؟ توحید،تمہارا دین کیا ہے؟ شرک ، توحید اور شرک جمع نہیں ہوسکتے ، اگر میں تمہارے بتوں کی عبادت کروں تو مشرک ہوجاؤں گا، اپنے دین پر قائم نہیں رہ سکوں گا، اگر تم لوگ اپنے بتوں کے ساتھ ساتھ میرے خدا کی عبادت کرو گے تو پھر بھی مشرک ہی رہو گے، اگر اپنے بتوں کو چھوڑ کر میرے رب کی عبادت کروگے تو موحد بن جاؤ گے، پھر یا تو موحد ہونا چاہیے یا مشرک ، دونوں بیک وقت نہیں ہوسکتے، میری اور تمہاری عبادت میں تطبیق پیدا کرنا نا ممکنات میں سے ہے۔
یہ ایک اعتقادی بحث ہے، اور ہمارے لیے ایک اعلان ہے اس مخصوص مرحلے اور مسلمانوں کے لیے رسالت کے انکشاف کے مواقع پر : کہ تمہیں دین کے اصولوں پر سمجھوتہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، خدا کی عبادت توحید کا اصول ہے ہمیں اس پرسمجھوتہ کرنے کا اختیار نہیں ہے، نبیﷺ نے اعلان کیا کہ سمجھوتہ کرنا ممکن نہیں "لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ" ۔

عقیدہ کی بنیادی باتوں اور اصولوں میں سمجھوتہ کی کوئی جگہ نہیں ہے

اس سورہ میں عقیدہ کے بنیادی اور اصولوں میں عدم سمجھوتہ کا اعلان اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہم توحید کی بنیادی باتوں اور اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کر سکتے، فروعی مسائل میں درگذر کرسکتے ہیں، اگر کسی حالت میں ایسی شرائط ہوں جس میں مفادات کا تقاضا ہو کہ ہم نرمی

(c) ketabton.com: The Digital Library

اختیار کریں ،لیکن حق کے اصولوں سے پیچھے ہٹنے کا اختیار نہیں رکھتے ۔

پیغمبر اسلام کی طرف سے بتوں کی عبادت کی نفی کی تکرار کیوں ہے؟

رسول اللهﷺ نے بت پرستی کی نفی کو کیوں دہرایا، اس بارے میں س بعض مفسرین کا خیال ہے کہ: یہ تکرار مشرکین کی مکمل مایوسی پر زور دینے اور ان کے راستے کو اسلام سے الگ ثابت کرنے کے لیے ہے، توحید اور شرک کے درمیان سمجھوتہ نہ ہونے کا اثبات ہے، دوسرے لفظوں میں وہ لوگ حضورﷺ کو شرک کی طرف دعوت دینے پر اصرار کرتے تھے، اور دہراتے تھے، قرآن عظیم نے بھی ان کے رد کو دہرایا۔

ایمان اور کفر کی اصطلاح

جیسا کہ آپ جانتے ہیں ایمان اور کفر دو متضاد عقائد ہیں ان کے بارے میں جاننا انتہائی اہم اور ضروری ہے، ایمان کی تعریف میں علماء فرماتے ہیں: ایمان سے مراد الله رب العزت کا دین ہے، وہی دین جو الله رب العزت نے اپنے بندوں پر نازل کیا، اور اسی کے لیے مخلوق کو پیدا کیا اور دینداروں کو دنیا میں ہدایت دی اور آخرت میں ان کو سکون اور سلامتی عطا فرمائی، جیسا کہ رب تعالی فرماتے ہیں: "اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۝۸۲"(سوره انعام آیت:۸۴)

ترجمہ: "وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں"۔

الله تعالی فرماتے ہیں: "اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۝۱ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ"ترجمہ: "الله ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ انہیں اندھروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے"

علماء کا مزید کہنا ہے کہ !الله تعالی کے دین کو اپنی رضامندی کے ساتھ قبول کرنا، اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ایمان ہے، در حقیقت ایمان: زبان سے کہنا، دل سے ایمان لانا اور اعضاء سے عمل کرنا ہے جو اطاعت سے بڑھتا ہے، اور گناہ سے گھٹتا ہے، پس وہ شخص وہ شرک سے چھوٹے گناہوں کا مرتکب ہوجاتا ہے اس سے ایمان کا نام سلب نہیں ہوتا ، اور دوسری طرف اس کو کامل مؤمن بھی نہیں کہا جاتا، بلکہ وہ مؤمن ہے لیکن ناقص الایمان۔

اسی طرح ایمان کی تعریف میں مزید اضافہ کرتے ہیں کہ: ایمان اسلام کا نظریاتی پہلو ہے،جس کا آغاز سوچ اور استدلال سے ہوتا ہے، دل کے ساتھ یقین اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

زبان کے ساتھ اس کا اظہار اور عمل میں جاری ہوتا ہے، قرآن کریم ایمان کی تعریف میں کہتا ہے: "يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ١٣٦"

ترجمہ: "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی اور ان کتابوں پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کیں، اور جو شخص اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخرت (کے ساتھ)کفر کرے تو یقینا وہ گمراہ ہوا، بہت دور گمراہ ہونا"۔

ایمان کی تعریف میں بعض اہل علم کہتے ہیں کہ:

ایمان انسان کی روحانی چیزوں سے آخری لگاؤ ہے جو اس کے لیے مقدس ہیں اور اس کے لیے محبت اور ہمت دکھانے کے لیے تیار ہیں۔

قرآن کریم کے دو بازو ہیں: علم اور عمل ، خالی علم ہو تو اس کو کفر کے ساتھ جمع کیا جاسکتا ہے، اور صرف عمل ہو تو یہ نفاق کے ساتھ منسلک ہوسکتا ہے،مسلمان دانشوروں کے درمیان ایمان کی حقیقت کے بارے میں تین نظریات ہیں:

1 - "اشاعرہ" کے نزدیک ایمان: خدا کے وجود ، اور اس کے پیغمبروں اور نواہی کی تصدیق ہے۔

2 - "معتزلہ"کے نقطئہ نظر سے ایمان کا مطلب ہے ان فرائض اور ذمہ داریوں پر عمل کرنا جس کا خدا نے ہمیں حکم دیا ہے ۔

3 - ایمان: دنیا کی حقیقتوں کے بارے میں علم اور معرفت ، اور اس طرح سے روح کا کمال ہے،لیکن عرفا کے ایمان کا مطلب ہے خدا کی طرف رجوع کرنا اور خدا کے علاوہ ہر چیز سے منہ موڑنا۔

کفر:

کفر سے مرا دین اسلام کو قبول کرنے سے انکار کرنا، یا دین اسلام کو چھوڑنا، اور خدا تعالٰی کے دین کے علاوہ کسی دوسرے دین کو اختیار کرنا ہے،خواہ وہ تکبر یا ضد سے ہو یا گذرے ہوئے آباد و اجداد کے ساتھ تمسک کی بناء پر، یا مال و دولت ، مقام و مرتبہ کی لالچ کی وجہ سے، الکفر: لغت میں کسی چیز کو چھپانا یا مخفی رکھنا ہے، اور شریعت کی اصطلاح میں کفر سے مراد: "ضد اور رسول پر ایمان نہ لانا، قطع نظر اس کے کہ یہ عدم ایمان تکذیب کے ساتھ ہو، یا شکوک و شبہات کے ساتھ ، یا حسد اور تکبر کی وجہ سے اس سے منہ موڑنا ہو، یا خواہشات کی پیروی

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی وجہ سے ہو جو رسالت کی پیروی میں رکاوٹ ہو، تو کفر اس شخص کی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کردہ چیزوں میں سے جو اس تک پہنچادی گئی ہیں ان کا انکار کرے، اس سے قطع نظر کہ یہ انکار دل سے ہو، نہ کہ زبان سے، یا زبان سے ہو دل سے نہیں، یا دونوں سے ہو، یا کوئی ایسا نص صریح موجود ہو کہ اس کام کو کرنے والا اسلام سے خارج ہوتا ہے(ملاحظہ فرمائیں:مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ:۱۲/۳۳۵ اور الاحکام فی اصول الاحکام ابن حزم:۱/۴۵) ۔

ابن حزم نے "کتاب الفصل" میں کہا ہے:کسی ایسی چیز کا انکار کرنا (جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اور) اس کے تصدیق کے بغیر ایمان حاصل نہ ہو تو کفر ہے، اور ہر اس چیز کا تلفظ کرنا جو دلیل سے اس کا تلفظ کفر ہو تو وہ کفر ہے، اور ہر اس عمل کا انجام دینا جس کے کفر پر دلیل موجود ہوتو وہ کفر ہے ۔

اور آخر میں یہ کہنا ضروری ہے کفر:

یعنی:شیطان کا دین جو دنیا میں گمراہی اور آخرت میں انسان کے لیے عذاب کا باعث ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے بارے میں فرمایا جنھوں نے ہدایت الہٰی کو قبول نہیں کیا اور اس سے منہ موڑ لیا:

"وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ۝ يُخْرِجُوْنَـھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ۝ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ۝ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۲۵۷۝" ترجمہ: "اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لاتے ہیں، یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔

جزیرۃ العرب میں بت پرستی کے اسباب

تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں میں بت پرستی کے اثر اور ظہور کے تین بنیادی عوامل تھے:

پہلا: ایک شخص عمرو ابن لحیئ کے نام سے خزاعہ قبیلے کا سربراہ جو اپنے زمانے میں مکہ میں زیادہ طاقت اور اثر و رسوخ والا تھا، اور کعبہ کا بھی متولی تھا، وہ شام کی طرف سفر کرتا ہے، وہاں عمالقہ کے ایک گروہ کو بتوں کی پرستش کرتے ہوئے دیکھتا ہے، جب ان لوگوں سے اس عبادت کی وجہ پوچھتا ہے تو وہ کہتے ہیں: یہ بت ہمارے لیے بارش برساتے ہیں، اور ہماری مدد کرتے ہیں، عمرو بن لحیئ ان سے کہتا ہے کہ اسے بھی ایک بت دیں، چنانچہ انہوں نے اسے ایک بت "ھبل" کے نام سے دے دیا،تو اس نے اس بت کو کعبہ میں لاکر نصب کیا اور لوگوں کو اس کی عبادت کی طرف دعوت دے دی، اس کے علاوہ دو اور بت، "اساف اور نائلہ" بھی کعبہ کے پاس رکھے اور لوگوں کو ان کی عبادت پر آمادہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

کیا۔

رسول اللهﷺ سے روایت ہے کہ آپﷺ نے فرمایا: عمرو بن لحیئ وہ پہلا شخص تھا جس نے اسماعیلؑ کے دین کو تبدیل کیا، اور بت پرستی کی بنیاد رکھی ، اور میں نے اس کو آگ میں دیکھا۔

دوسرا: جب مکہ میں اسماعیلؑ کی اولاد میں اضافہ ہوا تو لامحالہ اپنی زندگی کی حالت بہتر بنانے کے لیے دوسرے شہروں اور علاقوں میں گئے، خانہ کعبہ میں دلچسپی کے بنا پر ان میں سے ہر ایک مکہ کی تعظیم کی خاطر حرم سے ایک پتھر اپنے ساتھ لے گیا ، اور جہاں بھی اترے، وہ پتھر بھی کسی جگہ رکھ دیا، اور کعبہ کی طرح اس کے گرد طواف کرنا شروع کیا، تو آہستہ آہستہ اس کام کا اصل محرک فراموش ہوگیا ، اور ان میں سے ہر ایک پتھر بت میں تبدیل ہوگیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بت پرستی عربوں میں رائج ہوگئی ۔

تیسرا: بادیہ نشین لوگ کچھ چیزوں کو اچھا سمجھتے تھے، اسی وجہ سے وہ ان کی عبادت کرتے تھے، یا ان کے لیے ان کے سادہ تصور کی بنیاد پر نمونہ بناتے تھے، اور پھر یہی بتوں کے وجود میں آنے کا سبب بن گئی ۔

ملاحظہ:

بہر حال مذکورہ عوامل بت پرستی کے اثرات کی ابتداء تھے،لیکن اس کی نشونما اور بقاء کا سبب صرف ان صورتوں تک محدود نہیں ہوسکتا، مثلا عربوں کی جہالت، اور جاہ طلبی نے بت پرستی کے پھیلاؤ اور بقاء میں بہت بڑا اثر ڈالا، ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ اس کا اپنا ایک خاص بت ہو، قبائل کے شیوخ اور سرداروں کی قدرت طلبی انہیں دوسرے قبائل کی پیروی کرنے نہیں دیتی تھی، اور اندھی تقلید ایک عنصر تھا جس کی وجہ سے عربوں میں بت پرستی کی نمایاں توسیع ہوئی، رفتہ رفتہ یہ امور اتنے مؤثر ہوتے گئے کہ کچھ عرصے کے بعد ہر گھر میں برکت کے لیے ایک بت موجود تھا، یہاں تک فتح مکہ کے وقت ان بتوں کی تعداد ۳۱۰ تک پہنچ گئی تھی ، البتہ یہ بتانا ضروری ہے کہ مشرکین الله تعالٰی کے منکر نہیں تھے، اور وہ لوگ الله تعالٰی کو زمین اور آسمان کا خالق سمجھتے تھے، جیسا کہ سورہ لقمان آیت:۲۵،سورہ زمر آیت:۳۸اور سورہ زخرف آیت: ۹ میں) اس مضمون کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

بتوں کی تنوع کی وجہ

بتوں کی تنوع کی وجہ بیان کرتے ہوئے علماء نے اپنے تجربات کی بنیاد پر مختلف وجوہات لکھی ہیں، ان میں دو وجوہات یہ ہیں:

(c) ketabton.com: The Digital Library

1 - عربوں کا احساس برتری: یہ احساس باعث بنا کہ ہر قبیلہ اپنے لیے ایک خاص بت کا انتخاب کرے،اور دوسرے بتوں کی عبادت سے پرہیز کرے، چنانچہ بت پرستی کے بڑھنے سے بتوں کی تعداد بڑھتی گئی۔
2 - ہر ایک بت ایک خاص معبود تھا، جس کی کسی خاص موقع پر پوجا کی جاتی تھی، مثال کے طور پر: "منات" زندگی، موت اور تقدیر کا معبود تھا، لہذا جن مسائل کی کثرت کا انہیں سامنا تھا، اس کی وجہ سے وہ مختلف بتوں کو ماننے لگے، اور ہر معاملے کے لیے ایک خاص بت کو مد نظر رکھیں۔

نتیجہ خیز اسباق کا خلاصہ

1 - قضاء اور قدر کے عقیدے کی تصدیق اور تاکید ، اور یہ کہ خدا جانتا ہے کہ کافر ازل سے ہی کافر تھا، اور مؤمن ازل سے ہی مؤمن تھا۔
2 - اللہ تعالٰی رسول اللہﷺ کی عصمت کا نگہبان تھا، مشرکین کے اس باطل پیشکش کو قبول کرنے میں۔
3 - اہل ایمان اور اہل کفر وشرک کے درمیان عظیم فاصلوں کی موجودگی پر تاکید۔

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library